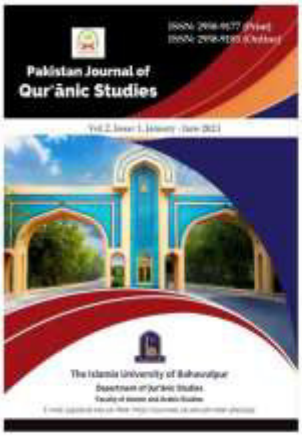

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol: 2, Issue: 1, January – June 2023, Page No. 58-75

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/141

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2137

DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i1.2137

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **A Cricital Study of the Motives and Suspicions of the Denial of Prophethood of the Hindu Sect Brahma**

Author (s): Muhammad Ahsan Ali
Faculty Member, Heritage International College, Hasilpur, Bahawalpur. Email: ma5859574@gmail.com

Received on: 15 March, 2023
Accepted on: 20 June, 2023
Published on: 30 June, 2023

Citation: Muhammad Ahsan Ali. 2023. “A Cricital Study of the Motives and Suspicions of the Denial of Prophethood of the Hindu Sect Brahma”. Pakistan Journal of Qur’ānic Studies 2(1):59-76.
https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i1.2137.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ہندو فرقہ براہمہ کے انکار نبوت کے محرکات وشبہات کا تنقیدی مطالعہ

A Cricital Study of the Motives and Suspicions of the Denial of Prophethood of the Hindu Sect Brahma

Muhammad Ahsan Ali
Faculty Member, Heritage International College, Hasilpur, Bahawalpur.
Email: ma5859574@gmail.com

Abstract
The mission of Prophet Muhammad (peace be upon him) is universal. In 2019, a Hindu scholar wrote a book called Kalki Avatar and Muhammad Sahib, in which he proved that the last leader is Muhammad, peace be upon him, from the Vedas and Hindu religious texts. Proved that there is a concept of prophethood in Hinduism and there is also a mention of Muhammad (peace be upon him). How Muhammad Mustafa (peace be upon him) can be meant. This article has been prepared to remove these complaints.

The second period of Hinduism is called the period of Brahman. Starting from 800 BC to 300 BC, this period lasted. Brahmin declared himself the best. Where there were changes in the teachings of the Vedas, there was also a significant change in the concept of prophethood and Risalat. Brahmin denied the prophethood of his religious supremacy because in that case his supremacy would have been preserved. Perhaps there is no concept of prophethood in it, but the fact is that there is a concept of this prophethood

The purpose of this paper is to make it clear that it is not far-fetched that our Leader Muhammad (peace be upon him) is meant by Kalki avatar. Denial of prophethood in Hinduism was replaced by the concept of avatar after some reform movements. Then the element of deity was added to avatar. In the commandments of Prophethood, there is moderation, there is equality, there is brotherhood, but the outdated system created by Brahman took the form of a humanistic system. Hinduism tried to keep its members together in different ways, but this religion got divided into different branches due to differences in ways of attaining salvation, rather these branches got separate religious identities.

Keywords: Muhammad (PBUH), prophethood, Kalki Avatar, Hinduism, Brahman.

موضوع کا تعارف:

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی تہذیب کے ارتقاء کے عناصر میں تصور نبوت اہم عنصر ہے ہندو مذہب میں انکار نبوت مخصوص طبقات کی طرف سے پھیلا۔ ہندو تہذیب ذاتی طور پر نبوت کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ نبوت کو انسانوں اور انسانیت کے لیے ضروری سمجھتی ہے۔

ہندی تہذیب میں انکار نبوت مخصوص لوگوں سے شروع ہوا اس کے مخصوص محرکات تھے جن محرکات نے کچھ مفروضات کو جنم دیا اور اس طرح ان مفروضات سے شبہات پیدا ہوتے گئے نتیجے میں کئی متضاد چیزیں سامنے آئیں کچھ نے نبوت کا تصور ہی بدل دیا جبکہ کچھ نے کچھ انبیاء کا اقرار کیا تو کچھ نے مطلقاً انکار کر دیا۔

اسلامی علم الکلام کی کتب میں ایک قدیم ہندو فرقہ "البراہمہ" کا تذکرہ ملتا ہے جسے برہمن کہا جاتا ہے جو بعد میں بزعم خویش ایک اعلٰی ذات اور بلند رتبہ افراد کا گروہ بن گیا لیکن یہ گروہ ابتداء میں ایک فرقہ ہی تھا یہ فرقہ تصورِ نبوت کے حوالے سے چار گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔

1۔ اوتار؛ یہ نظریہ نبوت کی مسخ کی ہوئی شکل ہے لیکن علامہ اعظمی کے نزدیک یہ گروہ مطلق نبوت کا انکاری نہیں بلکہ نبوت کے مفہوم کو نظریہ اوتار سے تعبیر کرتا ہے۔[1]

2۔ دوسرا گروہ صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا قائل ہے۔

3۔ تیسرا گروہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا قائل ہے۔

4۔ یہ گروہ مطلقاً نبوت کا انکاری ہے ان کے نزدیک نبی کا وجود ایک محال امر ہے۔

اس مقالہ کو مندرجہ ذیل مباحث پر تقسیم کیا گیا ہے:

1. البراہمہ کا تعارف
2. البراہمہ کے انکار نبوت کے محرکات
3. انکار نبوت کے اثرات
4. البراہمہ کے شبہات کے جوابات

---

[1] ضیاء الرحمن اعظمی، **فصول فی ادیان الهند** (مدینہ منورہ: دار البخاری للنشر والتوزیع، 1997ء)، 103۔

5. ہندی تہذیب میں اثباتِ نبوت کا اسلام سے تعلق
6. نبی کریم ﷺ کی عالمگیر نبوت

البراہمہ کا تعارف:

براہمہ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے معبود کے منہ سے پیدا ہوئے ہیں یہ لوگ خاص کر شرافت کے شعبے پر براجمان ہوں گے یعنی شعبہ تعلیم سے، شعبہ قضاء سے اور کہانت سے وابستہ ہوں گے اور مذہب کی تشریحات کا شعبہ انہی کے سپرد ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ مخلوق ہے اور یہ درجہ اُلوہیت تک پہنچی ہوئی ہے۔

"البراهمة وهم الذين خلقهم الاله براهما من فمه منهم المعلم والكاهن والقاضى ولهم يلجأ الجميع فى حالات الزواج والوفاة ولا يجوز تقديم القربين الا فى حضرتهم"[2]

"ہندو مذہب کا روحانی ستون برہمن پر ہی استوار ہے بلکہ برہمن کو ہندو مذہب میں مرکزیت حاصل ہے ویدوں کی تلاوت، تشریح کا اختیار براہمہ کو حاصل ہوتا ہے۔ براہمہ کا فلسفہ آٹھویں صدی قبل مسیح معرض وجود میں آیا جبکہ ان کو یہ گمان ہوا کہ ان کی طبیعت میں عنصر الوہیت موجود ہے۔ پانچ صدیوں تک یہ فلسفہ مختلف مباحث کا شکار رہا بالآخر تیسری صدی قبل مسیح منوشاستر میں قانون کے طور پر درج کر دیا گیا"[3]

علامہ ابن حزم نے برہمن کو ہندوؤں کا ایک قبیلہ قرار دیا یہ ہندوؤں کے اشراف کی جماعت ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ برہمی ایک قدیم فارسی النسل بادشاہ کی اولاد میں سے ہیں۔

ان کی علامت یہ ہے کہ وہ ایک سرخی اور زردی سے ملا ہوا دھاگہ اس طرح باندھتے ہیں جیسے گلے میں تلوار لٹکائی جاتی ہے۔

"البراهمة وهم قبيلة بالهند فيهم اشراف الهند ويقولون انهم من ولد برهمى ملك من ملوكهم قديم ولهم علامة ينفردون بها وهى خيوط ملونة بحمرة وصفرة يتقلدونها تقلد السيوف"[4]

---

[2] مانع، جہنی وغیرہ، **الموصوعۃ المیسرۃ فی الادیان** (ریاض: دارالندوہ العالمی، ط:2)1/500۔

[3] منو، **منودھرم شاستر**، مترجم: ارشد رازی (لاہور: نگارشات پبلشرز، 2007ء) باب:2، ق44، ص46۔

[4] ابن حزم علی بن احمد اندلسی، **الفصل فی الملل** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1979ء)، 2 : 70۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کو براہمہ کہا کیوں جاتا ہے؟

تو اس بارے میں تین قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لیے ان کو ابراہیمی کہا جاتا ہے۔ الف تخفیف کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ براہم فلسفی کی طرف منسوب ہیں جس نے مطلقاً انکار نبوت کا فلسفہ قائم کیا تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ برہمی بادشاہ کی طرف منسوب ہیں اس لیے اس فرقہ کو براہمی کہا جاتا ہے۔

علامہ شہرستانی کہتے ہیں کہ ان کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے اس پر شہرستانی دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ تو مطلق نبوت کے منکر ہیں انکار نبوت ہی ان کا خاصہ ہے یہ بھلا کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں؟

"من يظن انهم سموا براهمة لانتسابهم الى ابراهيم عليه السلام وذلك خطا فان هؤلاء هم المخصوصون بنفى النبوات اصلا و رأسا فكيف يقولون بابراهيم عليه السلام" [5]

اگر علامہ شہرستانی کی صرف یہی دلیل ہے تو اس میں ابھی مزید غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ سارے براہمہ مطلقاً نبوت کے انکاری نہیں۔

مزید یہ کہ کچھ نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کچھ نے صرف حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہ السلام کو نبی مانا لہذا شہرستانی کا اس کو خطا کہنا تحقیق کے خلاف ہے بلکہ بعض براہمہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کو ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کو مانتے ہیں اور خود کو انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ براہمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتی ہوں یا آپ کی نسل سے ہوں کیونکہ انتساب کی متعدد وجوہ ہیں لہذا جب تک کوئی صریح ثبوتِ انتساب نہیں ملتا تب تک نسلِ ابراہیم ہونے کی نفی یا اثبات کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہاں یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ مطلقاً انکار نبوت براہمہ کا ابتدائی نظریہ نہیں بلکہ منو شاستر کے مطابق جب برہمن کو اعلیٰ وارفع تسلیم کر لیا گیا تو تب ہی یہ نظریہ ان سے بتدریج ثابت ہوا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ براہمہ کا انکار

[5] محمد بن عبد الکریم شہرستانی، **الملل والنحل** (بیروت: دارالمعرفہ، 1404ھ)، 2: 249۔

نبوت خود ان کے فلسفہ کی فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ یونانی فلسفہ یعنی مشائین، رواقیہ اور ارسطو کے فلسفہ کا انعکاس ہے۔ شہرستانی کی عبارت بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور برہمن کے اس نظریے کا ارتقاء بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ نظریہ مذکورہ فلسفہ ہی کا پرتو ہے۔

"فمن الفلاسفة حكماء الهند من البراهمة لا يقولون بالنبوات اصلا ومنهم حكماء الغرب ومنهم حكماء الروم وهم منقسمون الى القدماء الذين هم اساطين الحكمة والى المتاخرين منهم وهم المشاؤون واصحاب الرواق واصحاب ارسطا طاليس" [6]

اسی دور میں سنسکرت زبان کو بھی ترتیب دیا گیا، مذہبی تبدیلیاں بھی اسی دور میں ہوئیں، مجوسی مذہب سے مستعار ویاس جی کی وید کو بھی خوش دلی سے قبول کر لیا گیا۔

حافظ شارق سلیم لکھتے ہیں:

"عقائد کے اعتبار سے اس دور میں عوام الناس کے ذہنوں کو یونانی فلسفے نے اپنی گرفت میں رکھا ہوا تھا فلسفیانہ کتابیں مثلاً اپنشد بھی اسی دور کا تحفہ ہے" [7]

اس عبارت سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ براہمہ کا یہ فلسفہ یونانی فلسفے سے لیا گیا ہے اگرچہ ہندی فلسفہ کی تاریخ زیادہ قدیم ہے ہاں ان کا فلسفہ او تار خود انہی کی افتراء ہے۔ البیرونی، قلقشندی اور علامہ شہرستانی بھی اسی نظریے کے حامی ہیں کہ براہمہ کا نظریہ انکارِ نبوت یونانی فلسفے کی مرہونِ منت ہے۔

البراہمہ کے انکار نبوت کے محرکات:

براہمہ کے انکار نبوت کے پیچھے کئی عوامل کار فرما تھے جن کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے برہمن کے انفرادی، استثنائی حقوق سمجھنا ضروری ہیں۔

1۔ برہمن جیسی اعلیٰ مخلوق کوئی نہیں۔

2۔ وہ برہمہ کے منہ سے پیدا ہوئے۔

3۔ وہ صرف مذہبی کتابوں کا (وید اور شاستر) پرچار کرنے کے لیے پیدا ہوا۔

---

[6] ایضاً، 1: 109۔

[7] حافظ محمد شارق، **ہندو دھرم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ**، 41۔

4۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہے برہمن کا ہی ہے کیونکہ وہ اعلیٰ مخلوق ہیں۔

5۔ جو برہمن رگ وید کا حافظ ہو اگر وہ ساری دنیا کو برباد کر دے تو اسے کوئی گناہ نہیں۔

6۔ برہمن کا دشمن گمراہ ہے۔

7۔ جو برہمن کی توہین کرتا ہے وہ پاتال کے نرک (جہنم) میں گرتا ہے۔۔

8۔ نرک (جہنم) بنا ہی اس کے لیے ہے جو برہمن کو سوال کرنے پر بھی محروم کر دے۔

9۔ برہمن کسی شودر کو مار ڈالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ صرف کفارہ ہو گا وہ بھی اتنا جو کسی چھپکلی، چوہے، نیولے یا سانپ مارنے کا ہوتا ہے۔

10۔ شودر کی نجات کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ برہمن کی خدمت کرے۔

11۔ راجہ کسی برہمن کو قتل نہ کرے خواہ اس نے کوئی بھی جرم کیا ہو۔

12۔ برہمن ہر حال میں سچا ہے اس سے کبھی حلف نہیں لیا جائے گا، شودر کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا جائے جب وہ انہیں کسی برہمن پر چلائے، اگر شودر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو اس کا چوتڑ داغ دیا جائے"[8]

یہ جتنے انفرادی حقوق اور استثناءات لکھے گئے ہیں یہ منو شاستر ا، منو دھرم شاستر، منو سمرتی، ایتھر وید سے اکٹھے کیے گئے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ استثناءات اور ان کا تفوق مفروضہ نہیں حقیقت ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ البراہمہ نے انکار نبوت کا عقیدہ کیوں اپنایا؟

تو اس کے یہ محرکات تھے:

1۔ اپنے مذہب کو منسوخیت سے بچانا۔

2۔ ہر نئی دعوت چاہے وہ کتنی عظیم ہی کیوں نہ ہو اس کے اثرات کو اپنی مذہبی برتری اور اجارہ داری سے روکنا۔

3۔ وطن پرستی کا نظریہ بھی ان عوامل میں سے بہت اہم ہے۔

4۔ معاشی تفوق بھی ان عوامل میں سے تھا کیونکہ جب آریائی قوم گنگا اور جمنا کے قریب آ بیٹھے تو انہیں یہ احساس ہوا کہ ہمیں معاشی برتری کے لیے اپنا تفوق قائم کرنا ہو گا اس لئے انہوں نے پہلے مذہب کی تعلیمات میں تحریف کی پھر ان

---

[8] امیر حمزہ، **انسانیت کا قاتل ہندو دھرم** (لاہور: دار الصفہ پبلیکیشنز، 1988ء)، 25۔

تعلیمات کا پرچار کیا اس کے بعد سارے حقوق و فرائض بغیر کسی حکمت و مصلحت کا لحاظ کیے مذہب کے سپرد کر دیے اور پھر مذہب پر اپنا تفوق و برتری جمائے ہوئے تمام خارجی امور کا انکار کر دیا بلکہ ہندو مذہب کا نظریہ جمود (غیر تبلیغی ہونا) بھی اسی کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور اس طرح کسی نئی دعوت کے اثرات سے بچنے کے لیے انہوں نے برہمنی نظریات کا پرچار کیا۔

اگرچہ براہمہ کو شروع میں بڑی کامیابی ملی اور وہ کسی حد تک کسی نئے نظریے اور نئی دعوت کو روکنے میں کامیاب ہوئے لیکن بعد میں ہندو مذہب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور کئی تحریک چلیں جنہوں نے نئے مذاہب کی شکل اختیار کرلی اور یوں جین مت، بدمت اور سکھ مت معرض وجود میں آئے جبکہ کچھ اصلاحی تحریکیں چلیں جنہوں نے صدیوں کے جمود اور تعطل کو توڑ دیا۔

ان تحریکوں میں سے پراتھنا سماج، برہما سماج اور آریہ سماج نمایاں ہیں گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندو مذہب کی تقسیم در تقسیم کی اصل وجہ وہ فرسودہ، ظالمانہ، استحصالی نظام تھا جس نے انکار نبوت کے ذریعے اپنی قوم پر اپنے تفوق کو برقرار رکھتے ہوئے حقیقت کے برخلاف ایک فلسفہ تشکیل دیا۔ اور اس طرح اپنی قوم کو کئی حصوں میں تقسیم کر بیٹھے۔ براہمہ نے نبوت کے تمام مناصب تو اپنے لیے مختص کر لیے لیکن مقاصد نبوت کا حصول غیر نبی کو کبھی بھی میسر نہیں ہوتا۔

اس لیے ان کی طبقاتی تقسیم کو بھی رد کر دیا گیا ان کی اولویت کو بھی قابل اعتبار نہ سمجھا گیا۔ بلکہ 1400 سال میں اس نظریے نے ہندو مذہب کو سات بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا ان سات تحریکوں نے اصلاح کی کوشش کی الغرض نجات کے حصول کے طریقوں سے لے کر روزی کے حصول کے طریقوں تک ہر نظریے کی اصلاح کی کوشش کی گئی۔

کسی نے کہا گداگری اختیار کرو، کسی نے ضروریات زندگی کے بہت سے شعبوں پر پابندی لگا دی، کسی نے معاشرتی ضرورت کو جو کہ مدنی الطبع انسان کی خصوصیت تھی وحشت اور رھبانیت سے بدل ڈالا۔

الغرض ایک کے نزدیک جو اصلاح ہے دوسرے کے نزدیک وہ ہی فساد ہے اور ایک تحریک کے نزدیک جو افراط ہے دوسرے گروہ کے نزدیک وہی اعتدال ہے۔ مختصر یہ کہ انکار نبوت کے محرکات وقتی عوامل تھے لیکن اس کے اثرات محدود اور وقتی نہیں تھے۔ ابھی بھی ہندو مذہب ان اصلاحی تحریکوں کا سامنا کر رہا ہے اور شاید اسے اس کا سامنا ہمیشہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مقاصد نبوت میں سے ایک اہم مقصد وحدتِ فکر بھی ہوتا ہے۔

انکار نبوت کے اثرات:

براہمہ کے انکار نبوت کے اثرات اسلام اور ہندو مذہب دونوں پر مرتب ہوئے۔ مخصوص مسلم مکاتب فکر نے نبوت، عظمت نبوت، دلائل نبوت، احقاق نبوت، کمالات نبوت میں فکری پستی دکھائی اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں میں یہ مباحث چل پڑیں کہ نبوت کسی کو بھی حاصل ہو سکتی ہے یعنی کسبی ہے، مافوق الطبعیات امور کی کوئی حیثیت نہیں، معجزہ سے حاصل ہونے والا علم ظنی ہوتا ہے، معجزہ اور جادو کی حیثیت ایک جیسی ہو سکتی ہے، دلائل نبوت امکان کا فائدہ دیتے ہیں تحقق اور یقین کا نہیں۔

یہ مباحث معتزلہ لے کر آئے تھے لیکن علمائے متکلمین نے جہاں پر براہمہ کا تذکرہ کیا وہیں پر معتزلہ کی رئیس ابو اسحاق ابراہیم بن سیار المعروف نظام معتزلی کا بھی ذکر کیا۔ یہ بندہ براہمہ کے انکار نبوت کے مؤقف کو پسند کرتا تھا اسی وجہ سے اعجاز قران کی اکثر اقسام کا منکر تھا ساتھ ساتھ معجزات کا بھی منکر تھا۔

"ابراهيم بن سيار النظام وكان في الاصل على دين البراهمة"[9]

النظام معتزلی کو براہمہ کا یہ مؤقف بہت پسند تھا اس لیے کئی محققین نے نظام کے اس مؤقف کو بڑی تفصیل اور اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"اعجب بقول البراهمة بابطال النبوات ولذلك انكر اعجاز القران وما روى من معجزات الرسول صلى الله عليه وسلم"[10]

معتزلہ ایک ایسا فرقہ تھا جس نے اسلام میں باقاعدہ فلسفہ کی ابتداء کی معتزلہ مختلف فلسفے پڑھنے کے شوقین تھے اسی وجہ سے معتزلہ مختلف فلسفوں سے متاثر بھی نظر آتے ہیں۔

چنانچہ النظام کو براہمہ کا صرف یہی نظریہ ہی پسند نہیں آیا بلکہ اور بھی بہت سارے فلسفے پسند آئے چنانچہ النظام نے حُسن وقبح کی مباحث کا بنیادی نکتہ براہمہ سے ہی حاصل کیا اور براہمہ کے شبہات ہی کو موصوف نے نیا رنگ دے کر مباحث نبوت و متعلقات نبوت پر اپنی تشکیکات کے نشتر برسائے۔ اسی وجہ سے تیسری صدی کے آخر سے ہی مباحثِ نبوت کے ضمن میں کئی نئی مباحث نے جنم لیا جس کے اثرات آج تک برابر چلے آرہے ہیں۔ جیسا کہ آج کل معجزاتِ نبوت میں بلاوجہ تاویل کی

---

[9] جہنی، مانع بن حماد وغیرہ، **الموصوعۃ المیسرۃ فی الادیان**، 1 :29۔

[10] محمد ابو زہرہ، **الفرق الاسلامیہ** (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2011ء)، 3 :97۔

جاتی ہے یا انکار کیا جاتا ہے۔ یہ تو اسلام پر اس نظریے کے اثرات تھے اب ان اثرات کو بھی سمجھنا چاہیے جو ہندو مذہب پر مرتب ہوئے۔

1۔ تصور نبوت مسخ ہو گیا جبکہ نظریہ او تار نے اس کی جگہ لے لی۔

2۔ہندو مذہب سات مذاہب میں تقسیم ہو گیا۔

3۔ہندو مذہب کی مزید مذہبی تقسیم ابھی بھی ممکن ہے۔

4۔ہندو مذہب فکری وحدت کھو چکا۔

5۔ مسلسل بے اعتدالی ان کا نصیب ٹھہرا جیسا کہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں۔

6۔پر اتھنا سماج آریا سماج اور براہما سماج تینوں نے توحید پر زور دینے کی کوشش کی تینوں نے ذات پاک کی تقسیم اور برہمن کے تفوق کی شدید مخالفت کی۔

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ براہمہ نے جس مقصد کے لیے انکار نبوت کا فلسفہ شروع کیا تھا وہ بری طرح مات کھا گیا کیونکہ براہمہ کی استعماریت اسی صورت ہی باقی رہ سکتی تھی۔ اس لیے صدیوں تک انسانوں کی قربانی ہوتی رہی اور ان کا گوشت کھایا جاتا رہا۔ انسانیت کی اس قدر تذلیل کی گئی کہ اس کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ شمالی علاقہ جات پر برہمن اور کھشتری رہیں گے کیونکہ وہاں ہریالی، حسین موسم، حسین نظارے اور خوبصورت مناظر بکثرت موجود ہیں۔ لنگ کی پوجا کرنا، ستی کی رسم اس جیسی کئی اور بے اعتدالیاں تصور نبوت سے بیگانگی کی وجہ سے ہی پیدا ہوئیں۔ وراثت کی بے اعتدالیوں کی بہت بڑی فہرست ہے جو کہ خلاف فطرت، عدل و حکمت ہے۔

منو سمرتی میں ہے:

"ماں باپ کی تمام دولت بڑا بیٹا لے وہ نہ ہو تو میت کا باپ اور بھائی حقدار ہے جو بے اولاد مرے اس کی وراثت کی حق دار صرف ماں ہے نیز عورت وراثت کے حق سے محروم ہے"[11]

اسی طرح ایسے سزائیں متعارف کروائی گئی ہیں جو کہ بالکل انسانیت سوز ہیں ایسی سزائیں جو کہ وحشیانہ اور غیر فطری و بے انصافی پر مبنی ہیں جیسے پیٹ کاٹنا، کان کاٹنا، ناک کاٹنا وغیرہ۔ (اسلام میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا مقصد چوری کے آلہ کو ختم کرنا

[11] منو سمرتی، 3:9، 102

ہے نا کہ عیب لگانا) اسی طرح کھانے پینے میں ایسی چیزیں استعمال کرنا جن سے طبیعت سلیمہ اور فطرت صالحہ کو گھن آتی ہے۔ جیسے گائے کے گوبر اور پیشاب کا تقدس ہے اسی طرح زندہ جانور کے اعضاء کاٹ کر کھانا وغیرہ۔

انکار نبوت کے اثرات ہندو تہذیب پر بہت زیادہ مرتب ہوئے۔ الغرض عقل کی علمبرداری سے جن لوگوں نے تہذیب کے تقدس کی کوشش کی وہ بری طرح ناکام رہے۔ اگر ہندو مذہب کی جھولی میں وطن پرستی کا نظریہ نہ ہوتا تو قریب تھا کہ اس کی مزید تقسیم بھی ہو چکی ہوتی کیونکہ عقلی تفوق سے اختلاف کی کثرت ہوتی ہے، نظام میں مزید پیچیدگی ہوتی ہے، اسی طرح بندہ اجسام نافعہ وضارہ کی تمیز بھی نہیں کر پاتا جن کو بعد میں وحی درست کرتی ہے۔

مثلاً گوشت کے لیے ذبح ضروری ہے۔ اس طرح زندہ جانور کے اعضاء کاٹ کر کھانے سے کیا خرابی لازم آتی ہے اسی طرح انسانیت کے شرف کا سب سے بڑا علمبردار نبی ہوتا ہے جبکہ آج اگر برہمنی فلسفہ کو دنیا میں رائج کر دیا جائے تو دنیا کے ہر کونے سے اس کے خلاف تحریک اٹھے گی۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انکار نبوت کی صورت میں وہ خود ایسی بے اعتدالیوں میں مبتلا ہو گئے کہ ان کے اپنے بھی ان کے خلاف ہو گئے باوجود اس کے کہ وہ وطن پرستی کی مختلف زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظام کے خلاف ہر دو تین صدیوں کے بعد منظم طور پر سر اٹھایا گیا اور ایک علیحدہ نظامِ زندگی ترتیب دیا گیا۔

براہمہ کے شبہات کا تنقیدی جائزہ:

براہمہ کو شبہات لاحق ہوئے جن کی بنا پر انہوں نے مطلق نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ ان کے استدلالات وہی ہیں جو یونانی فلسفہ کے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مؤقف ان کا ذاتی نہیں ہے۔ بہر حال علمائے متقدمین و متاخرین مسلسل ان اشکالات وشبہات کو ذکر کرتے ہیں ان کے بڑے شبہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ نبی جو کچھ لے کر آئے گا وہ عقل میں آنے والی چیز ہوگی تو ہمیں نبی کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ اس عقلی چیز کا ادراک ہم اپنے عقلِ تام کے ذریعے سے حاصل کر لیں گے لہذا نبی کی ضرورت نہیں ہوگی۔

2۔ اگر نبی غیر معقولی بات لائے گا تو وہ تو ویسے ہی قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں ہمیں حدِ انسانیت ہی سے نکال دیا جائے گا تو ہم اس کو لے کر جانوروں کے زمرے میں داخل نہیں ہوں گے۔

علمائے اسلام نے عقلی طور پر بہت عمدہ جواب دیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے؛ عقل کافی ہوتی تو لوگ مظاہر پرستی میں مبتلا نہ ہوتے۔ عقل کافی ہوتی تو لوگ ذات باری تعالیٰ کے منکر نہ ہوتے۔

"عالم غیب تک عقل کی رسائی ہے نہ حواس کی کیونکہ ہر نوع کو معلوم کرنے کے لیے اسی نوع کا ادراک عطا کیا گیا ہے جسے مبصرات کے لیے بصر اور مسموعات کے لیے ادراک سمعی۔ انسان کی تگ و دو ان دو سے آگے نہ بڑھ سکی اس لیے اس عالم غیب تک رسائی نبوت اور رسالت ہی کی ہو سکتی ہے"[12]

حواس سے حاصل ہونے والا علم عقل سے حاصل ہونے والے علم سے کم ہوتا ہے۔جب حواس غلطی کرتے ہیں تو عقل تنبیہ کرتا ہے کیونکہ عقل نگران ہے لیکن جب خود عقل ہی غلطی کرے تو کوئی بھی اس کا ازالہ نہیں کر سکتا۔حواس محکوم ہیں عقل حاکم ہے لیکن یہی حاکم شہوت سے مغلوب ہو کر غلطی کرتا ہے اگر عقل غلطی نہ کرتی تو سارے عقلاء کا اتفاق ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ اختلاف ہے ہی عقلاء میں تو کس طرح مطلقاً عقل کو ہر چیز پر حاکم بنایا جا سکتا ہے۔

عقل کی حاکمیت کے لیے پہلے چند مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں ورنہ مطلقاً عقل کی حاکمیت ثابت نہیں کی جا سکتی۔

تمام لوگوں کے پاس برابر عقل ہو، تمام لوگوں کے عقل کا مرتبہ ایک ہو، عقل پر خارجی عوامل اثر انداز نہ ہوں، ہر ایک کی عقل آفات سے صحیح سلامت ہو، ہر ایک کی عقل پر ضعف طاری نہ ہو، ہر ادنیٰ، اعلیٰ کی عقل کو حاکم مانا جائے، پھر غبی کے بتائے گئے قوانین، فسادیوں کی عقلی دلیلوں کو مان کر انہیں قانون کی حیثیت دی جائے، پھر براہمہ کا تفوق کیوں، باقی ذاتیں کس دلیل سے عقل میں کم ہیں، اگر باقی لوگ عقل میں کم ہوئے تو ان کے لیے نبوت لازم ہوئی۔ باقی ذاتوں کی عقول میں کمی عقلی دلیل سے معلوم ہوئی تو یہ خلاف مفروضہ لازم ہے۔کیونکہ کھشتری حکومت چلاتے ہیں تو ان کو عقلی تدابیر کی براہمہ سے زیادہ ضرورت لاحق ہوتی ہے۔الغرض ان کی حاکمیت عقل کی دلیل حواس پر تو ٹھیک ہے لیکن نبوت و وحی پر کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔

علمائے اسلام نے عقل کی اہمیت، عقل کی مرکزیت اور عقل کی حاکمیت کو تسلیم کیا ہے لیکن اس کو ہر غلطی سے محفوظ نہیں مانا، ہر ایک کے لیے تام نہیں مانا، نبوت اپنے دائرے میں وحدت پیدا کرتی ہے جبکہ عقلیت اپنے دائرے میں افتراق پیدا کرتی ہے۔ نبوت غلطی سے محفوظ ہوتی ہے عقل غلطی سے محفوظ نہیں ہوتی عقل کے قواعد تمام حالات پر منطبق نہیں ہوتے لیکن نبوت کے قواعد منطبق ہوتے ہیں عقل کے ضابطوں میں استقراء کو دیکھا جاتا ہے جبکہ وحی میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مذاہب پر ہمیشہ تفریق اور تقسیم کے اثرات غالب رہے۔ نبی وہی باتیں لاتا ہے جس کا عقل کے ذریعے سے

[12] سید احمد سعید کاظمی، **مقالات کاظمی** (ملتان: کاظمی کتب خانہ، 2007ء)، 1: 11۔

ادراک کیا جا سکتا ہے لیکن اس عقل کو غفلت کے پردے ڈھانپ لیتے ہیں رسول ان غفلت کے پردوں کو دور کر کے قوم کو تنبیہ کرتا ہے اس لیے رسول کا آنا اللہ تعالی کی طرف سے ایک احسان ہوتا ہے۔

اگر عقل کافی ہوتا تو اتنی صدیاں گزرنے کے بعد عقلاء اب جا کر ایجادات پر قادر نہ ہوتے۔ حالانکہ دنیاوی ایجادات کے بغیر تو گزارا ہے لیکن جس مقصد کے لیے انسان کو بنایا گیا اگر اس تک اس کی رسائی نہیں ہے تو اس کا بے مقصد ہونا لازم آتا ہے۔

(3) نبی کی شریعت میں قبیح چیزیں ہوتی ہیں اس لیے نبوت اور شریعت قبیحات کا مجموعہ ہیں اللہ تعالی حکیم ہے اور حکیم قبیح کا حکم نہیں دیتا۔

"ومن شبههم قالوا نرى في هذه الشرائع امور مستقبحة بالعقل مثل ذبح البهائم وغيرها والحكيم لا يامر بالفواحش وفيها امور يمنع منها العقل وهو الانحناء في الركوع والانكباب على الوجه في السجود وخلع الثياب في الاحرام والمشى بين الجبلين في السعى ورمى الحجار وغير ذلك واذا كان في جملة الشرائع مثل هذه الاشياء والعقل ينكر علمنا انه لا اصل له"[13]

اور مختلف شریعتوں میں کچھ ایسے امور ہوتے ہیں جن کو عقل قبیح سمجھتی ہے۔ مثلا جانوروں کو ذبح کرنا وغیرہ اور حکیم فواحش کا حکم نہیں دیتا۔ نیز شریعتوں میں ایسے امور بھی ہوتے ہیں جن سے عقل روکتی ہے جیسے رکوع میں جھکنا ہے اور سجدے میں پیشانی کو زمین پر رکھ دینا ہے اور احرام میں کپڑے اتارنا ہے اور سعی کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان چلنا ہے اور رمی کرنا ہے۔ تمام شریعتوں میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں اور عقل ان کا انکار کرتی ہے۔ تو ہم نے جان لیا کہ شریعت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

جہاں تک ذبح کا تعلق ہے تو براہمنا دور میں انسانوں کو ذبح کیا جاتا رہا اس دور کی جو سزائیں ہیں جن میں ناک، کان کاٹنا وغیرہ۔ اسی طرح شودر کے بارے میں جو سزائیں ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہیں۔ انسانی دانتوں کی ترتیب اور ہیئت بتاتی ہے کہ انسان عقلی اور فطری طور پر گوشت خور ہے۔ موجودہ دور کے سائنسدان یہ واضح کر چکے کہ جو جانور ذبح ہو جائے اس کا گوشت مضر اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے تو جب دانتوں کی بناوٹ پر عقلاء ہی اسے گوشت خور قرار دیتے ہیں ساتھ ساتھ ذبح کے اس

[13] ابو سعید عبد الرحمن بن محمد، **الغنیۃ فی اصول الدین** (بیروت: مؤسسۃ الخدمات، 1987ء) 1: 148۔

طریقے کو عقل اور سائنس کے نزدیک معتبر مانا جاتا ہے تو یہ قبیح کیسے ہوا۔ پھر اگر کہا جائے کہ سبزیوں پر اکتفاء کیا جائے تو اب عقلاء ہی یہ کہتے ہیں کہ پودوں اور سبزیوں کو توڑے جانے اور کاٹے جانے سے تکلیف ہوتی ہے۔

باقی رہا رمی اور سعی اور احرام کا پہننا تو عقلاً اس میں قباحت نہیں یہ آزمائش کے طریقے سکھائے جا رہے ہوتے ہیں۔ نیز اس میں اطاعت کی پختگی کا جذبہ پیدا کیا جا رہا ہوتا ہے۔ براہمہ سے یہاں پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص مجنوں ہو جائے اور پھر وہ کپڑوں اور خوراک کا اہتمام نہ کرے تو آپ اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرنا ٹھیک ہے تو باقی انبیاء کی نبوت کو ثابت کرنا کیوں ٹھیک نہیں؟ اور اگر ان کی نبوت ثابت کرنے سے محال لازم نہیں آتا تو باقی انبیاء کی نبوت کو ثابت کرنے سے بھی محال لازم نہیں آئے گا۔ پھر ہم ان سے پوچھیں گے کہ کس دلیل کے پیش نظر تم نے ان کی نبوت کو ثابت کیا؟

جو دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر حجت بنے گی وہی دلیل باقی انبیاء کی نبوت پر بھی حجت بنے گی یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ براہمہ کا نظریہ انکار نبوت یونانی فلسفہ سے ہی لیا گیا ہے۔

اس لیے براہمہ نے وہ تمام کاروائیاں کیں جو کہ یونانیوں نے کی تھیں۔ مثلاً انبیاء کے اخلاق کو داغدار کرنا، ان کے بارے میں جھوٹی روایات کی ترویج کرنا یہی کام براہمہ نے بھی سرانجام دیا۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے بہت ساری ایسی روایات گھڑ کر پھیلائیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

بلکہ داؤد علیہ السلام پر اسی طرح کے جھوٹے الزام لگائے گئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام پر لگائے گئے۔ جن کا مقصد راجہ مہاراجہ کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کے منصبِ نبوت کو داغدار کرنا ہے۔

> "لو جاز ان يخلف النبى شيطان على صورته ويستنبط في شريعته احكاما فاسده لكان ذلك اخلالا بالنبوه اذا كان يتخيل الناس ذلك فى سائر احكام الانبياء حتى لا يتميز حكم النبى من حكم الشيطان فيشكل الامر على المكلفين ولا يتقون امر بعد وهذا بمثابه تقدير خرق العادة على ايدى الكذابين فى ادعاء النبوه وهذه الالقية فى هذه القصه من دسائس البراهمة فى ابطال النبوات"[14]

(4) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے علم میں یہ بات ہے کہ جن لوگوں کی طرف میں اس رسول کو بھیج رہا ہوں وہ لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔ تو اس صورت میں رسول کا بھیجنا عبث اور بیکار ہو گا۔

[14] ابوالحسن علی بن احمد اموی سبتی، **تنزیۃ الانبیاء عما نسب الیھم مثالۃ الاغبیاء** (بیروت: دارالفکر، 1990ء)، 1: 41۔

جواب: یہ اس صورت میں ہے جب کوئی بھی نبی کی نبوت کی تصدیق نہ کرے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہر نبی کو کچھ نہ کچھ لوگوں نے ضرور مانا ہے۔ اور کچھ نبیوں کو تو بہت سے لوگوں نے مانا ہے تو عبث کیسے ہو گا۔ مزید یہ کہ رسول کی بعثت اتمام حجت کے لیے ہو تو عبث لازم نہیں آئے گا۔

(5) اللہ تعالی نے جب انسانیت کو گمراہی سے ہدایت کی طرف بھیجنا ہے تو اس کے لیے رسول ہی کیوں؟ بلکہ عقل ہی کے ذریعے سے انسان کو ایمان لانے پر مجبور کیا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کو مجبور کرنے سے پھر یہی سوال اٹھتا ہے کیا آج سب لوگوں کی عقل ان کو سیدھے راستے کی طرف بلا رہی ہے۔ پھر یہ کہ عقل اس وقت ہدایت کی طرف لے جاتی جب اس پر خارجی عوامل اثر انداز نہ ہوتے ہوں۔ اور اگر آپ کہیں کہ خارجی عوامل اثر انداز ہوں ہی نا؟ تو اس صورت میں آزمائش اور ابتلاء کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔ اگر عقل اضطراری ہر کسی کے پاس ہوتی تو کم از کم ساری دنیا حکیم مطلق کو ضرور مانتی ہوتی لیکن ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ الوہیت اور عبودیت کے منکر ہیں پھر آپ بتائیں آپ کے نزدیک ان کے پیدا کرنے میں کون سی حکمت باقی رہ جائے گی۔

(6) سب سے بڑا گناہ ایسے شخص کی اتباع کرنا ہے جو صورت، نفس اور عقل میں لوگوں جیسا ہو، انہی کی طرح کھاتا پیتا ہو تو ایسے شخص کو دوسروں سے کیسے ممتاز کیا جائے اس کے دعوی کی کس طرح تصدیق کی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مانوس ہوتی ہے اگر نبی فرشتہ ہو یا کسی اور مخلوق سے ہو تو امت وحشت میں مبتلا رہے گی اپنے آپ کو اس کے اخلاق میں ڈھالنے سے عاجز سمجھے گی بلکہ اس کے ساتھ خلوت کی صورت میں بھی وحشت میں مبتلا ہو جائے گی۔ پھر وہ نبی بہت سارے معاملات میں اپنی امت کے لیے کامل نمونہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ دونوں کے لوازمات، عوارضات میں بہت بڑا فرق ہو گا۔

حق یہ ہے کہ براہمہ کا نظریہ انکار نبوت جب اپنے بنائے ہوئے فلسفی اصولوں پر پورا نہ اترا تو انہوں نے نظریہ اوتار کی طرف مائل ہونا شروع کر دیا۔ اگرچہ کچھ محققین کو براہمہ کے نظریہ انکار نبوت سے صاف انکار ہے لیکن اس فلسفے کے ارتقائی ادوار کو دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اقرار ہے پھر انکار ہے اور پھر اوتار ہے۔

> "عقیدہ اوتار ویدوں سے ثابت نہیں ہے یہ عقیدہ بہت بعد میں وجود میں آیا۔ اس کے وجود کے اہم اسباب شخصیت پرستی میں غلو اور غیر آریائی مذاہب وافکار کو آریائی افکار و نظریات میں ضم کرنا ہے۔ ایسا

لگتا ہے کہ یہ عقیدہ بتدریج پروان چڑھا اور مختلف ادوار میں یہ موجودہ صورت میں پہنچا۔ اسی لیے ان کی تعداد ان کے ناموں اور تاریخ پیدائش میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے"[15]

اگرچہ نظریہ اوتار پر بہت سارے اشکالات وارد ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ تصور نبوت کی مسخ کی ہوئی شکل ہے۔

جو پہلے تفریط کا شکار ہوئی اور اب افراط کا شکار ہے۔ نیز یہ نظریہ ویدوں سے ثابت نہیں بلکہ ویدوں اور اوتار کے نظریات میں نمایاں تضاد ہے۔ پھر خود ان اوتاروں کی تعداد میں بھی نمایاں اختلاف ہے۔

ہندی تہذیب میں اثباتِ نبوت کا اسلام سے تعلق:

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ ویدوں میں نبوت اور رسالت کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے بلکہ اس کے وجوب کے دلائل بھی موجود ہیں۔ تو اس حقیقت کو سمجھنے میں ہمیں آسانی ہو گی کہ کالکی اوتار کا اسلام سے کیا تعلق ہے اور کس طرح ہندو مذہب میں اس حقیقت کو چھپایا گیا ہے۔ کالکی اوتار اگرچہ افراط کا شکار ہے لیکن اس کا صحیح تصور یہی ہے کہ جب براہمہ کے انکارِ نبوت کا کوئی معنی نہ رہا تو نظریہ اوتار میں شدت اختیار کی گئی، اور اس نظریے کو الوہیت سے مرکب مان لیا گیا۔ عقیدہ اوتار ہی عقیدہ رسالت کی مسخ کی ہوئی صورت ہے۔ چنانچہ دیانند سرسوتی اور ستیہ پرکاش نے ویدوں سے نظریہ رسالت کو ثابت کیا ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ رسول ایک انسان ہی ہوتا ہے۔

"عصر حاضر کے بعض مفکرین کا خیال ہے کہ عقیدہ اوتار رسالت کی مسخ کی ہوئی صورت ہے۔ اس رائے کے سب سے بڑے حامی آریہ سماج کے بانی دیانند سرسوتی اور ستیہ پرکاش ہیں۔ ستیہ پرکاش نے ویدوں سے اس امر کے دلائل بھی پیش کیے ہیں کہ ویدوں میں رسالت کا تذکرہ موجود ہے۔ آگنن دوتن وری ماہی ہم اگنی کو رسول منتخب کرتے ہیں۔ ویدک ادب کے قدیم شارحین دوتن کا ترجمہ معبود سے کرتے ہیں لیکن خود وید ہی میں اس کی صراحت ہے کہ اگنی صرف ایک انسان تھے"[16]

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ ہندومت میں بنیادی طور پر رسالت کا تصور موجود ہے لیکن براہمنا کے دور میں مخصوص مقاصد کے لیے اس کا انکار کیا گیا۔ پھر اصلاحی تحریکوں کے نتیجے میں نظریہ اوتار کو گھڑ لیا گیا۔ حالانکہ نظریہ اوتار سے اگر

---

[15] انیس احمد مدنی فلاحی، **مذاہب عالم** (لاہور: مکتبہ قاسم العلوم)، ص 243۔

[16] فلاحی، **مذاہب عالم**، ص 244۔245۔

الوہیت کا عنصر غائب کر دیا جائے تو نبوت و رسالت پر اس کا اطلاق درست نظر آتا ہے۔ اور اسی صورت میں کالکی اوتار کا اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہو گا بلکہ حقانیت اسلام کی یہ واضح دلیل ہو گی۔ 2019ء میں برہمن ہندو پنڈت وید پرکاش نے ایک کتاب لکھی اور یہ موصوف الہ آباد یونیورسٹی سے منسلک ہیں۔ ان کی کتاب "کالکی اوتار اور محمد صاحب" کے نام سے سامنے آئی جس کے حوالوں کی تصدیق ہندوستان کے آٹھ بڑے پنڈتوں نے کی۔

موصوف نے اپنی تحقیق میں یہ دعویٰ کیا کہ کالکی اوتار سے مراد نبی آخر الزمان آپ ﷺ کی ذات ہے کیونکہ ویدوں میں ہے کہ اس کی پیدائش جزیرہ میں ہو گی، اس کی ماں آمنہ ہو گی، کھجور اور زیتون استعمال کرتا ہو گا، صادق و امین ہو گا، اس کا خاندان معزز ہو گا، اس کی طرف قاصد غار میں آئے گا، تیر اندازی گھڑ سواری، اور تلوار زنی میں مہارت ہو گی۔ موصوف کے نزدیک جب اتنے سارے شواہد موجود ہیں تو اس سے مراد آپ ﷺ کی ذات ہے۔ ان حقائق کو تسلیم کر لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ہندو مت میں نظریہ نبوت اور رسالت کی نہ صرف تائید و تصدیق موجود ہے بلکہ ہندو مت میں آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں بہت سے ایسے ناقابل تردید دلائل موجود ہیں جن کو جھٹلانا ممکن نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی عالمگیر نبوت:

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت دی۔ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ[17] تو علماء نے انجیل مقدس کے مختلف نسخوں اور بائبل کی مختلف کتب میں اس بشارت کا ثبوت تلاش کیا تو اس سے قوم بنی اسرائیل پر آپ کے دعوتی عالمگیریت واضح ہوئی اور مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ ہوا اور اسی طرح ہندی تہذیب کے مصادر میں آپ ﷺ کے بعثت کے احوال تلاش کیے جائیں تو اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت عالمگیر ہے اور آپ ﷺ کی بعثت کے تذکرے دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں ثبت ہو جائیں گے تو آپ ﷺ کی نبوت پر تحقیقی اتفاق کے راستے کھلیں گے جس سے اقوام عالم کو اتمام حجت کا پیغام ہو گا اور مؤمنوں کے لیے ایمان کے اضافے کا ذریعہ ہو گا۔ اور محققین کے لیے دلائل نبوت کی بہت سی سمتیں واضح ہوں گی۔

---

[17] الصف 61: 6۔

خلاصۃ البحث:

آپ ﷺ ساری دنیا کے نبی و رسول ہیں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کسی خاص نسل، خاص زبان اور خاص رنگت والوں کے لیے خاص نہیں ہے آپ ﷺ کی عالمگیر رسالت کے عالمگیر دلائل منظر عام پہ آنے کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ ہندومت میں تصور نبوت و رسالت موجود تھا جب ویدوں میں تحریف ہوئی تو یہ نظریہ مسخ ہو گیا۔ پھر جب براہمہ کی برتری کا دور شروع ہوا تو انہوں نے عقیدہ نبوت و رسالت کا سرے سے انکار کر دیا۔ پھر اسے محال قرار دیا اور فلاسفہ کے نظریہ تفوق عقل کی روشنی میں اسے "لایعنی" نظریہ قرار دے دیا۔ نبوت کے مقاصد میں سے اہم مقصد معرفت ربانی تھا جو انہیں حاصل نہ ہوا جس کے نتیجے میں انہوں نے متعدد معبود مانے، اپنے آپ کو معبود کا جزء قرار دیا۔ نبوت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد فکری وحدت ہوتی ہے جس سے یہ لوگ محروم ہو گئے۔ یہ مذہب چار بڑے حصوں میں تقسیم ہو گیا: ہندومت، جین مت، بدمت، سکھ مت۔ اسی طرح کئی ذیلی اصلاحی تحریکوں اور فلسفوں میں ہندومت کی تقسیم ہو گئی۔ نبی سب کے لیے ایک نظام ترتیب دیتا ہے جو یہاں مفقود تھا۔ نبی کے نظام میں اعتدال ہوتا ہے ہندومت کے اخلاق عادات و رسومات اور رواج میں اعتدال مفقود تھا۔ کہیں افراط تو کہیں تفریط نظر آتی۔ براہمہ کے انکار نبوت کے شبہات غیر مسلمہ مفروضوں پر قائم ہیں بلکہ ان کے دعووں میں تضاد ہے۔ کیونکہ ان کا یہ نظریہ کئی ادوار سے گزر کر ہندو فلسفہ میں جگہ بناتا ہے۔ کالکی اوتار سے محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہونا نہ صرف امکانی امر ہے بلکہ قرائن سے اور ہندو مذہبی ادب سے یہ ایک حقیقت بن چکا ہے جس کی تائید میں مزید شواہد اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

سفارشات:

کالکی اوتار کی تعیین پر مزید شواہد سامنے لانے چاہییں۔ بلکہ اس عنوان پر ایم۔فل یا پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ کی اجازت ہونی چاہیے۔ ہندو مذہب میں انکار نبوت کے اسباب و عوامل تلاش کرنے چاہییں۔ ہندو مذہب کے انکار نبوت کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے جغرافیائی اور شماریاتی سطح پر مکالمے، مباحثیں لکھی جانی چاہییں۔ تصور نبوت مذاہب عالم کی روشنی میں اس پر تقابلی مقالہ تیار کیا جانا چاہیے۔ براہمہ کے دور میں ہندو مذہبی تعلیمات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اس پر ایک رپورٹ تیار کرنی چاہیے۔ ضرورت نبوت کے جغرافیائی اثرات پر ایک تحقیقی رپورٹ مرتب کی جانی چاہیے۔